

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نقش آغاز

آہ! حضرت ناظم صاحب

حیف صد حیف کہ ۸-۹ مئی ۱۹۸۴ء مطابق ۶-۷ شعبان ۱۴۰۴ھ دریانی شب کو ایک ایسے خادمِ دینِ متین نے ہم حرمِ نصیبوں کو داغِ جدائی دیا کہ جس کی زندگی کا دو تہائی حصہ گلشنِ علومِ نبوت و اہلِ علومِ حقانیت کی آبیاری اور اس چمنستانِ قرآن و سنت کی آرائش و زیبائش میں صرف ہوا، دارالعلوم کے تقریباً ۱۵ سالہ زندگی کے ہزاروں فضلاء اور طلباء کی آرام و راحت، تعلیم و تربیت اور خدمت میں جن کے جسم کا رَوایِ مَرَوایِ مصروفِ میل و نہار رہا، اور جو اس شجرِ طوبیٰ کے اولین مالی اور اس کارگاہِ علم و فضل کے اساسی ناظم تھے۔

خادمِ علم و دینِ ناظم اعلیٰ دارالعلوم حضرت مولانا الحاج سلطان محمود صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کے ان فضائل و کمالات کا دارالعلوم سے معمولی تعلق رکھنے والا ہر فرد بھی نہ صرف معترف رہے گا بلکہ انشاء اللہ یومِ الاشہاد میں بارگاہِ احکامِ الحاکمین میں شہادت سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔ کہ اے اللہ تیرے اس زار و زرارِ نجیف و ناتواں بندہ نے تیرے دین کے اس خادمِ ادارہ کی تعمیر و ترقی میں زندگی کی ساری قوتیں اور توانائیاں، بے دریغ لٹا دیں۔ تیری رحمتِ لامتناہی سے کیا بعید ہے کہ اس شہیدِ دارالعلوم کو آج شہداء و صدیقین کے لئے مخصوصِ نعمات سے نوازا جائے۔

مولانا سلطان محمود صاحب کی عمر تقریباً ۳۵ برس مٹی وہ کوڑھ خشک کے ایک مصنافاتی گاوڑں منگلی کے ایک غیر معروف گننام اور غریب گھرانے میں پیدا ہوئے جو دینی علوم سے وابستہ نہیں تھا۔ مگر اللہ نے آگے چل کر ان سے علومِ دینیہ کی خدمت لینا مٹی تو اللہ نے انہیں تحصیلِ علم میں لگا دیا۔ ابتدائی تعلیم علاقہ کے مختلف علماء سے حاصل کرتے رہے۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے تدریس دیوبند سے قبل بھی انہیں ان سے شرفِ تلمذ حاصل ہوا، تقسیم سے دو سال قبل ہندوستان مبارک مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا۔ وہاں شرح جامی مختصر المعانی ہدایہ اولین مقالاتِ محکم، ملا حسن وغیرہ پڑھیں اور سالانہ امتحانات دئے۔ اس دوران دیگر اکابرِ اہلِ تہذیب کے علاوہ اس وقت کے صدر المدرسین شیخ الحدیث مولانا عبد الرحمان کامپوری سے ملا حسن پڑھنے کی سعادت بھی پائی۔

تفطیلِ رمضان میں گھر آئے تو ملک تقسیم ہو گیا۔ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد الحق مدظلہ کی خدمت

میں حاضر ہوئے اور ایسے وابستہ ہوئے کہ حیاتِ ستار کی دمِ آخرین تک انہی کے ہو کر رہ گئے۔ ادھر دارالعلوم کا قیام عمل میں آیا تو آپ اس کے گئے چنے اولین طلبہ میں شامل تھے ان سالوں میں دورہ حدیث کے علاوہ مشکوٰۃ شریف ہدایہ اخیرین وغیرہ بھی حضرت مظلّم خود ہی پڑھاتے تھے تو پہلے سال موقوف علیہ کتابیں بھی حضرت ہی سے پڑھیں۔ دوسرے سال ۱۳۶۸ھ میں پورا دورہ حدیث شریف بھی حضرت سے پڑھ لیا، بعد فراغت تکمیل علم کے شوق میں بیضاوی شریف تلویح توضیح میں داخلہ لیا، اساتذہ و عملہ سے متعلق نائلوں میں جسے وہ خود مرتب کرتے تھے۔ اپنے متعلق نائل میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

”مہینہ ڈیڑھ بعد حضرت الشیخ مظلّم العالی نے ازراہ شفقت و کرم نوازی دارالعلوم کے دفتر میں خدمت کرنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ ۱۳۶۸ھ کے آخر میں ناظم دفتر اہتمام کی حیثیت سے مبلغ آٹھ روپے مشاہرہ پر تقرر ہوا۔“

یہاں سے خدمت دارالعلوم کا دور شروع ہوا جو ابتدائی دور تھا اور ہر لحاظ سے بے سرو سامانی کا عالم دو چار کامیوں پر مشتمل چھوٹا سا بستہ دارالعلوم کے حساب کتاب اور انتظامی امور کا سارا ریکارڈ تھا جسے ناظم صاحب نعل میں لئے پھرتے تھے اور فارغ ہو جاتا تو مسجدِ قدیم کے ایک بوسیدہ طاقتہ میں رکھ دیتے۔ اکاؤنٹ اور آڈٹ ان کا فن نہیں تھا مگر قدرت نے کام لینا تھا۔ تو از خود حساب کتاب کے ایسے طریقے اور گُر نکالتے رہے کہ آڈٹ واسے بھی دیکھ کر حیران رہ جاتے رفتہ رفتہ وہ ملکہ حاصل ہوا کہ بڑے بڑے گوشواروں پر ایک نظر ڈالنی کافی ہو جاتی اور جمع تفریق کر لیتے۔ اس بیماری کے آغاز میں دماغی امراض کے ایک دو ڈاکٹروں کو دکھاتے ہوئے میں نے ان کے اس وصف کا ذکر کیا تو انہوں نے تشخیص مرض کے طور پر لمبے چوڑے اعداد و شمار پر مبنی سوالات کئے اور فی البدیہ جواب سن کر یہ کہتے ہوئے دنگ رہ گئے کہ واقعی یہ تو کمپیوٹر ہیں۔ دارالعلوم کے لاکھوں روپے کا نہایت باضابطہ اور صاف ستھرا حساب کتاب رکھنے میں ان کا اہم اور نمایاں وصف دیانت اور امانت تھا، جسے ایمانی زندگی کی روح کہنا چاہئے۔ گویا وہ مجسمہ دیانت اور پیکر امانت تھے۔ چالیس سال کے ان لمبے چوڑے حسابات میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ ایک حقہ یا ایک پائی بھی راستہ ان سے ضائع ہوئی ہو۔ وہ تمام مصارف اور نبلوں پر کڑی نگاہ رکھتے تھے۔ اور جب قومی مصنوط تھے تو راتوں کو اٹھ اٹھ کر دارالعلوم کے احاطوں میں گھومتے کہ کہیں بے جا لب یا نیچکا تو نہیں چل رہا یا کوئی اور چیز غلط مصرف میں خرچ نہ ہو اس لحاظ سے وہ طلبہ میں سخت گیر سمجھے جاتے تھے، وہ طلباء کی حرکات و سکنات پر کڑی نگاہ رکھتے، کوئی نامناسب بات دیکھتے تو سرزنش کرتے۔ یہ نہ ہو سکتا تو دل ہی دل میں کڑھتے اور بہت حساس

ہونے کی وجہ سے تڑپتے ہوئے دکھائی دیتے، تیسرا نمایاں وصف ان کی تواضع اور انکساری تھی وہ ایک مستند عالم اور ایک عظیم ادارہ کے ناظم اعلیٰ تھے بیشتر طلبہ اور فضلاء کے منظور نظر بننے کے باوجود کسی ادنیٰ سے ادنیٰ خدمت کیلئے بھی خود دوڑتے، ضرورت پڑتی تو دفتر میں اپنی سیٹ چھوڑ کر مہمانوں کے سامنے برتن رکھتے اٹھاتے اور موقع ملتا تو ہاتھ دھو اتے میں بھی سبقت لے جاتے۔ کہیں بھی کسی خدمت کی ضرورت پڑتی اور کوئی نہ ملتا تو خود کمر باندھ لیتے، ابتدائی دور میں تو مجھے خوب یاد ہے کہ گاؤں سے دو تین میل پیدل پہنچتے ہی بازار سے مطبخ کا سودا سلف کا ٹوکرا سر پر اٹھائے ہوئے گھر کے دروازہ پر دستک میں لگے رہتے (کہ اولین سالوں میں طلبہ کیلئے ہمارے گھر ہی میں کھانا پکانے کا نظم تھا۔) یہ سب کچھ اس وجہ سے کہ وہ دارالعلوم میں اپنی ذات کو فنا کر چکے تھے اور ان کے رگ وریشہ میں دارالعلوم ہی رچا بسا تھا شاید اللہ تعالیٰ کو اسی وجہ سے ان کا اولاد رہنا منظور تھا کہ دنیا کے سارے علائق سے الگ تھلک رہ کر اس مہمان خانہ علوم نبوت علیٰ صاحبہا الف الف تجیہ کے بنائو سنگھار میں مصروف رہیں۔

انہیں اس بات کا افسوس رہتا کہ خود دینی علوم کے درس و تدریس سے محروم رہے۔ مگر یہ اطمینان تھا کہ ان کی ساری جسمانی اور ذہنی توانائیاں مدرسین، علماء و مبلغین کی خدمت میں خرچ ہو رہی ہیں آج کون کہہ سکتا ہے کہ دارالعلوم کے تین سارے تین ہزار فضلاء کی ہمہ گیر دینی خدمت میں ناظم صاحب مرحوم کا حصہ نہیں ہو گا۔ یہ سب کچھ انشاء اللہ ان کے نامہ حسنات میں بھی شامل ہو گا۔

مرحوم ناظم صاحب بڑے انتظامی امور کے ناظم اور حسابات کے منشی نہیں تھے بلکہ اس خشک مشغلہ کے باوجود دل پر سوز رکھتے تھے، عبادات میں شب و روز منہک نہ ہند تقویٰ کا ایک نمونہ تھے، وہ نیکیوں کے کسی میدان میں بھی پیچھے نہیں رہنا چاہتے تھے۔ گرمی اور دن بھر کی تھکاوٹ کے باوجود رمضان کی راتیں شب خیزی میں گذرتیں، پچھلے رمضان میں بھی آخری رات تک کہیں نہ کہیں ختم تراویح کا معلوم کر کے پہنچتے اور قیام اللیل کی سعادت پاتے۔ کہیں کسی مرد کامل کی صحبت میسر آتی تو اسے غنیمتِ عظمیٰ سمجھ کر اس کے قدموں کی خاک بننے کی کوشش کرتے قیامِ حرمین کے دو چار ماہ کا موقع ملا تو شیخ مابینہ طیبہ مولانا عبدالغفور عباسی قدس سرہ کے دامن فیض سے وابستہ رہے۔ ان کے مہمانوں کے مطبخ اور کمروں کی صفائی وغیرہ کا ایسا ذمہ لیا کہ آخر تک شیخ مابینہ انہیں پیار و محبت اور دعاؤں سے یاد کرتے رہے۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے تودہ دست و بازو تھے اور کتنے عظیم امور اور ذمہ داریاں ہوتیں جنہیں وہ ناتواں کا ندھول پر اٹھائے ہوئے حضرت مدظلہ کا سہارا بنے رہتے۔

مگر دنیا فانی ہے، دین کا کام کسی فرد واحد سے اللہ نے وابستہ نہیں رکھا، اللہ کو اتنی ہی خدمت لینی منظور تھی گذشتہ عید الاضحیٰ کو حسب معمول حضرت مظلّم اور ان کے خدام و ارکین کو عید گاہ سے واپسی پر اپنے گھر میں ”دعوت شیراز“ پیش کی، دوسرے دن بھی طلبہ کی قربانیوں اور گوشت وغیرہ کا انتظام خود کیا۔ تیسرے دن صاحب فراش ہو گئے۔ دماغی صغف، دورانِ سر وغیرہ کا عارضہ بڑھتا گیا۔ طب جدید و قدیم دونوں قسم کے معالجوں کا علاج ہوتا رہا مگر وہ گرتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ ہوش و حواس بھی جواب دینے لگے۔ ۱۴ اپریل کو اسلام آباد جاتے ہوئے انہیں گاڑی میں ساقط کر دیا گیا۔ ایک دو ممتاز ڈاکٹروں نے دیکھا اور مشورہ دیا کہ لاہور کسی دماغی امراض کے ماہر کے پاس لے جانا بہتر رہے گا۔ چنانچہ لاہور لے جائے گئے جہاں کے جنرل ہسپتال کے ڈاکٹر بشیر احمد جو مشہور نیرورسرجن ہیں نے آپریشن کیلئے داخل کیا، ان کا خیال تھا کہ دماغ میں رسولی ہے، ٹیسٹ اور ایکسروں نے ان کے خیال کی تائید کی۔ چند دن بعد سر کا آپریشن ہوا آخر تک انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں رکھے گئے۔ ہوش آنے پر ڈاکٹر بے حد مطمئن تھے کہ جلد شفایاب ہوں گے۔ مگر اللہ کو منظور تھا کہ یہ تھا کا ماندہ زار و نزار بندہ اب ابدی راحتوں سے ہمکنار ہو جائے رات کو پونے ایک بجے روح پرواز کر گئی۔ صبح اینجیلینس کے ذریعہ لاش لاہور سے روانہ ہو گئی، ہمیں دس بجے یہ وحشتناک اطلاع ملی، تجھیز و تکفین اور تدفین کا انتظام شروع کر دیا گیا۔ دورہ حدیث کے امتحانات کا آخری دن تھا، باقی اکثر طلبہ بوجہ تعطیل چلے گئے تھے، جہاں جہاں ممکن تھا اطلاع دے دی گئی۔ ریڈیو اور ٹی وی نے بھی اعلان کرنے میں تعاون کیا۔ بعد از نماز عصر گھر سے جنازہ اٹھا کر پہلے دارالعلوم کے صحن میں رکھا گیا۔ کثرتِ ہجوم سے صحن کی وسعتیں تنگ ہو گئی تھیں۔ اور ایک جھلک دیکھنے درگاہوں کی چھتوں پر بھی ٹھٹ کے ٹھٹ لگ گئے تھے۔ دیدارِ عام کے بعد دارالعلوم سے ملحق عید گاہ شہر میں حضرت شیخ الحدیث مظلّم نے جنازہ پڑھایا، دور دراز اور اطراف و اکناف کے ہزاروں علماء، صلحاء، مہتممین و اساتذہ مدارس عربیہ اپنے اس عظیم خادم کے جنازہ میں شریک تھے۔

ناظم صاحب کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ دارالعلوم کے لئے ایک مخصوص الگ قبرستان ہو۔ بڑی سوچ اور تلاش کے بعد میری نگاہ انتخاب موجودہ خطہ پر ٹھہر گئی، ناظم صاحب کو معلوم ہوا تو خوشی سے اچھل پڑے اور نہایت اطمینان کا اظہار کیا اور بار بار کہتے ”مولانا کہیں ہمیں بھول نہ جائیں ہمارا حصہ بھی اس میں رکھنا ہے۔“

کسے معلوم تھا کہ وہ اس خطہ صالحین کے پہلے مہمان اور اس بقعہ خیر کے اولین دفین ہوں گے۔ ناظم صاحب مقبرہ دارالعلوم کے اس خطہ میں سپرد خاک کئے گئے، سرہانے عید گاہ کی دیوارِ پائنتی دار الحفظ والتجود جو شب و روز قرآن کے زمزموں سے گونجتا رہتا ہے۔ اور دائیں طرف بجانب قبلہ جسدِ مبارک سے متصل

عید گاہ کی سیڑھیاں جو اللہ کے سامنے سرسجود ہونے والے ہزاروں نمازیوں کی گزرا گاہ بنتی ہیں۔ بائیں جانب خالی حصہ میں خدا جانے کن کن ارواحِ صالحین اور عبادِ مقربین کی ابدی آرام گاہیں بنیں گی۔ رجال صدقوا ما عاهدوا اللہ علیہ فمضیٰ من قضیٰ فجبت ومنتہم من یتنظر۔ وہ دارالعلوم کے محقق اور اپنی خاک پاک بھی خاکِ دارالعلوم میں فنا کر گئے۔ جگہ نے ایسے ہی موقع کے لئے کہا ہو گا۔

جان ہی دے دی جگر نے آج یاٹے بار پر

عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گئی

قربتیار ہو گئی تو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کو سہارا دے کر سر ہانے پشتہ دیوار عید گاہ پر بٹھا دیا گیا۔ سامنے غمزہ و گان کا ہجوم تھا۔ حضرت شیخ مدظلہ نے اپنے اس جان نثار خادم کے بارہ میں گلو گیکر آواز میں فرمایا :

”مولانا سلطان محمود ہمارے اچھے رفیق، اچھے ساتھی اور بہت دیانتدار تھے۔ آج جو آپ کو دارالعلوم کے وسیع شعبہ جات اور خدمات نظر آتے ہیں، اور بہت سے امور میں جو حضرت ناظم صاحب اور ان کے رفقاء کے خلوص، لہنیت، تقویٰ، دیانت اور امانت کی برکتیں ہیں۔ دارالعلوم کو صرف علاقہ سے نہیں سارے ملک اور ملت سے واسطہ رہتا ہے اور رکھنا پڑتا ہے۔ ناظم صاحب نے یہ واسطہ بڑے احسن طریقہ سے نبھایا۔ مرحوم کی وفات ہمارے لئے دارالعلوم حقانیہ، اساتذہ، طلبہ اور تمام وابستگان کیلئے ایک بہت بڑی مصیبت ہے، اللہ پاک اس کے بدلے صبر اور صابریں کا اجر عطا فرماوے۔ دینی مدارس کا تو اللہ محافظ ہے۔ انما نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحاظون۔ خدا تعالیٰ جس سے چاہتا ہے دین کی خدمت لے لیتا ہے ہمارے ناظم صاحب سے خدا نے دین کی خدمت لے لی، بڑے خوش نصیب تھے جن کو خدا نے اتنی عظیم خدمت کیلئے چن لیا تھا۔ ناظم صاحب کی خوبیاں، کمالات اور خدمات ہمارے بیان سے باہر ہیں۔ بہر حال کلام علیہا فان وسیع وجہ ربك وذالجلال والاکرام۔ ہم اللہ تعالیٰ کے امر پر راضی ہیں اور صابر ہیں۔ آپ سب کو خدا کے امر پر راضی رہنا چاہئے۔ دارالعلوم کی ہمہ گیر دینی خدمات یہ سب حضرت ناظم صاحب کیلئے صدقہ جاریہ ہیں مرحوم نے دارالعلوم کی بڑی خدمت کی، دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ دارالعلوم کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ناظم صاحب سے راضی ہو جائے اور انکی قبر کو جنت کے باغوں میں سے باغ بنادے۔ آمین۔“

سورج غروب ہو رہا تھا کہ ہم حرام نصیب، علم و عمل، زہد و تقویٰ، اخلاص و ایثار کے اس پکیا اور آسمان دارالعلوم کے اس آفتاب و مانتاب کو سپردِ خاک کر گئے۔ فرحمہ اللہ ورضی عنہ وارضاه

سمیع الحق
۲۹ شعبان ۱۴۰۳ھ